اصلاحی تقریریں (۲۹)

تین آسان نیکیاں

- راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا
- مسجد کی صفائی کا خیال رکھنا
- دوسروں کے لئے مسکرانا

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہم

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

کتاب	=	تین آسان نیکیاں
مقرر کا نام	=	حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مدظلہ
مقام	=	مدرسۃ البنات، جامعہ دارالعلوم کراچی
تاریخ	=	صفر ۱۴۲۳ ہجری
ترتیب وعنوانات	=	اعجاز احمد صمدانی
باہتمام	=	محمد ناظم اشرف
ناشر	=	بیت العلوم ۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴾ملنے کے پتے﴿

بیت العلوم	=	۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات	=	موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن	=	اردو بازار کراچی نمبر ۱
ادارۃ القرآن	=	چوک لسبیلہ گارڈن ایسٹ کراچی
ادارۃ المعارف	=	ڈاکخانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم	=	جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ سید احمد شہید	=	الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تین آسان نیکیاں

۱۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔
۲۔ مسجد کی صفائی کا خیال رکھنا۔
۳۔ دوسروں کے لئے مسکرانا۔

خطبہ مسنونہ:

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہٖ الکریم، امابعد

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "عرضت علی أعمال أمتی حسنها و سیئها، فوجدت فی محاسنِ اعمالها الأذی یماط عن الطریق و وجدت فی مساوی أعمالها النخاعة تکون فی المسجد لاتدفن۔

و قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لا تحتقرن من المعروف شیئًاولوأن تلقی أخاك بوجهٍ طلیق۔

(رواہ مسلم بحوالہ ریاض الصالحین ص ۷۰)

تمہید:

اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں دین کی باتیں سننے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم اِس وقت یہاں جمع نہ ہوتے تو یہی وقت کسی اور بے کار کام یا باتوں وغیرہ میں خرچ ہو کر ضائع ہو جاتا۔

وقت کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ آخرت میں ہوگا جہاں ہماری زندگی کے ایک ایک لمحے اور ایک ایک حرکت و سکون کا حساب ہونے والا ہے۔ اس وقت بہت سے لوگوں کو یہ حسرت ہوگی کہ ہم نے فلاں وقت جو بے کار گذارا تھا کاش وہ وقت بھی ہم آخرت کی تیاری میں خرچ کر دیتے۔ دنیاوی زندگی میں اس کی صحیح قدر و قیمت کا احساس نہیں ہوتا۔

دین کی باتیں سننے کی فضیلت:

دین کی باتیں سننے کے لئے یہاں جمع ہونا کوئی معمولی عمل نہیں۔ آپ سب حضرات کے لئے اور خصوصاً ان حضرات کے لئے جو دور دور سے اس مجلس میں شریک ہونے کے لئے آتے ہیں، ان سب کے لئے وہ بشارت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث

مبارک میں بیان فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

"من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله لهُ به طريقاً من طرقِ الجنة" (سنن دارمی، کتاب العلم)

''جو شخص دین کا علم حاصل کرنے کے لئے کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں''۔

آپ حضرات یہاں دین کی باتیں سننے اور دینی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، انشاء اللہ یہ بشارت ہم سب کے لئے ہے۔

دین کی باتیں سننے کے لئے چل کر کہیں جانا، اس کے لئے کچھ وقت نکالنا مستقل عبادت ہے۔

نیکی کے راستے:

پچھلی مجالس میں اس پر بیان چل رہا تھا کہ نیک کاموں کے بہت سے طریقے ہیں[۱]۔ آخرت کمانے اور اللہ رب العزت کا قرب حاصل کرنے کے لئے بہت سے طریقے ہیں۔ جنت کمانے اور جہنم سے بچنے کے راستے بہت زیادہ ہیں۔ بہت سارے چھوٹے اور بڑے

[۱] اس سے پچھلی کئی مجلسوں میں اِس موضوع پر بیان ہوا ہے۔ اِسی سلسلہ میں مزید دو احادیث کی تشریح اس بیان میں ہے

اعمال ایسے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی ایک عمل نہیں کر سکتا تو دوسرا کر لے، دوسرا نہیں کر سکتا تو تیسرا کر لے وغیرہ وغیرہ۔

ایک مشہور مقولہ:

بزرگوں کے ہاں ایک مقولہ مشہور ہے:

''طرق الوصول الی اللّٰہ بعدد أنفاس الخلائق''

''اللہ تک پہنچنے کے راستے اتنے ہی ہیں، جتنی تمام مخلوقات کے سانسوں کی تعداد''۔

اس میں صرف انسانوں کے سانس کی بات نہیں کی گئی بلکہ تمام مخلوقات کے سانس کا ذکر کیا گیا۔

غور فرمائیے! صرف ایک انسان کے کتنے سانس ہوتے ہیں۔ اور آدم علیہ السلام سے اب تک جتنے انسان پیدا ہو چکے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے، ان سب انسانوں کے کتنے سانس ہیں۔ یہ تو صرف انسانوں کے سانس ہوئے۔ اب جانوروں کے سانسوں کا اندازہ لگائیے، ہر جانور عمر بھر میں کتنے سانس لیتا ہے اور دنیا میں کل کتنے جانور ہیں۔ اس کے علاوہ اور ذی روح مخلوقات کتنی ہیں اور ان کے کتنے سانس ہیں!

ان سب مخلوقات کے عمر بھر کے جتنے سانس بنتے ہیں، اتنے ہی اللہ رب العزت تک پہنچنے کے راستے ہیں۔

دین بہت آسان ہے:

یہ اللہ رب العزت کا ہم پر کتنا احسان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایسا دین لے کر آئے ہیں کہ اس میں کمزور سے کمزور، مشغول سے مشغول آدمی بھی اللہ رب العزت تک پہنچ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص محنت والے اعمال نہیں کرسکتا تو ایسے اعمال اختیار کر سکتا ہے، جن میں محنت نہ ہو۔ وقت طلب اعمال کرنا مشکل ہو تو ایسے اعمال اختیار کرسکتا ہے جن کے لئے کوئی خاص وقت نہیں نکالنا پڑتا۔

اعمال کی قسمیں اور ان کا حکم:

اعمال دو طرح کے ہیں۔ ایک تو فرائض و واجبات ہیں جن کا بجا لانا بہرحال ضروری ہے جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے، مال کی زکوٰۃ، زندگی میں ایک مرتبہ کا حج، قربانی وغیرہ۔ یہ اعمال وہ ہیں جو اپنی اپنی شرائط کے ساتھ فرض و واجب ہیں۔ جس جس کی شرطیں پائی جائیں گی، وہ فرض و واجب ہوتا چلا جائے گا۔ لہٰذا یہ اعمال تو کرنے ہی ہیں، انہیں چھوڑا نہیں جاسکتا اور یہ تھوڑے سے

ہیں۔

لیکن وہ اعمال جو متعین طور پر فرض و واجب نہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کے اندر یہ تفصیل ہے کہ کسی ایک کام کا اختیار کرنا ضروری نہیں، اگر ایک کام نہیں کر سکتا تو دوسرا کر لے تب بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا، دوسرا نہیں تو تیسرا کر لے تب بھی اللہ تک پہنچ جائے گا، غرضیکہ جو عمل بھی کر لے، اس کے ذریعے اللہ تک پہنچ جائے گا۔

اللہ تک پہنچنے کا مطلب اور ولی اللہ کی تعریف:

اللہ تک پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا ولی اور دوست بن جائے گا۔ عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا ولی اسے کہتے ہیں جو ہواؤں میں اڑتا ہو، اسے کشف ہوتا ہو، غیب کی باتیں بتاتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ خیال درست نہیں۔ اللہ کا ولی اسے کہتے ہیں جو گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرتا ہو اور فرائض و واجبات کو ادا کرتا ہو، سنت کے مطابق زندگی گزارتا ہو، خواہ زندگی میں اسے ایک مرتبہ بھی کشف نہ ہوا ہو اور کبھی بھی ہوا میں نہ اڑا ہو۔ ہوا میں اڑنا یا کشف و کرامت کا پایا جانا نہ ولی ہونے کی لازمی شرط ہے اور نہ اس کی علامت ہے اور نہ اس سے آدمی کے درجات میں کوئی اضافہ ہوتا ہے

البتہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ بعض اولیاء کو کشف و کرامت سے بھی نواز دیتا ہے، لیکن یہ مقصود نہیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ انسان اللہ رب العزت کے احکام کا پابند ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارے۔

لہٰذا اگر انسان اللہ تعالیٰ کے احکام اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل پیرا ہو اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والے جو اعمال ہیں، جن میں بہت سے اس باب میں تفصیل سے آرہے ہیں، ان میں سے سب یا کچھ اختیار کرلے تو وہ اللہ کا ولی ہے۔

ہماری مجلس میں یہی بیان چل رہا تھا کہ نیک کام کرنے کے طریقے بہت سے ہیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں چند احادیث اور ان کی مختصر تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

پہلی حدیث کا ترجمہ:

پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری امت کے اعمال پیش کیے گئے (یعنی یہ دکھایا گیا کہ آپ کی امت کے لوگ کیا کیا اعمال کر رہے ہیں اور کیا کرنے والے ہیں، اچھے اعمال بھی دکھائے گئے اور

لوگوں کی آمدورفت میں خلل واقع ہوتا ہے مثلاً گیٹ کے سامنے گاڑی کھڑی کرنا وغیرہ۔

ٹریفک قوانین کی پابندی شرعاً بھی ضروری ہے:

ٹریفک کے قوانین میں جہاں نو پارکنگ (Noparking) لکھا ہوتا ہے، وہ بھی ایسی جگہ ہوتی ہے کہ اگر وہاں گاڑی کھڑی کی جائے تو اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی طرح بسوں کے اسٹاپ مقرر ہوتے ہیں۔ لوگ وہاں بس کا انتظار کررہے ہوتے ہیں۔ ان میں بچے، بوڑھے، عورتیں اور کمزور ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی شخص اس جگہ اپنی کار کھڑی کردے جہاں بس آکر رکتی ہے تو بس وہاں اپنے سٹاپ پر رکنے کے بجائے دوسری جگہ کھڑی ہوگی اور مسافروں کو سوار ہونے کے لئے وہاں تک جانا پڑے گا، عورتوں، بچوں اور کمزوروں کو وہاں تک پہنچنے میں دشواری ہوگی۔ اور یاد رکھئے کہ ایسی جگہ گاڑی کھڑی کرنا صرف قانوناً ممنوع نہیں بلکہ شرعاً بھی ناجائز ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

راستے میں کھڑے ہوکر باتیں کرنا تکلیف دینے کے مترادف ہے:

بہت سے لوگ راستے میں کھڑے ہوکر بات چیت کرنے

لگتے ہیں جس کی وجہ سے راستہ پر چلنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بعض لوگ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے ہیں یا کسی کا انتظار کرتے ہیں حالانکہ مسجد کا دروازہ تنگ ہوتا ہے اور مسجد سے نکلنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے، وہاں کھڑے ہونے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو:

صرف اتنی بات کافی نہیں کہ دوسروں کے لئے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹادیا جائے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ خود بھی کوئی ایسا عمل نہ کیا جائے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، اس لئے کہ شرعاً کسی دوسرے کو ناحق تکلیف میں مبتلا کرنا ناجائز ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ"

(مشکوۃ، کتاب الایمان)

''مسلمان وہ ہوتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے''

تکلیف دہ چیز ہٹانا آسان عمل ہے:

اور یہ کوئی مشکل کام بھی نہیں۔ ہم میں سے ہر شخص یہ کام بآسانی کرسکتا ہے کہ چلتے پھرتے راستہ میں جب بھی کوئی تکلیف دہ چیز نظر آئے تو اُسے راستہ سے ہٹادے۔

اِس عمل کے فضائل:

یہ عمل اگرچہ دیکھنے میں بہت آسان ہے لیکن اس کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں۔ ان میں سے ایک شعبہ یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادیا جائے۔ (مسلم، کتاب الایمان) گویا اس عمل کو ایمان کا شعبہ قرار دیا گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کی مغفرت اِسی وجہ سے ہوگئی کہ اس نے درخت کی شاخ کو راستہ سے ہٹا دیا تھا[1]۔ وہ شاخ درخت پر لگی ہوئی تھی لیکن راستہ پر جھکی ہوئی تھی، لوگ چلتے تھے تو انہیں قدرے تکلیف ہوتی تھی، شاخ سے کوئی بڑی تکلیف نہیں ہوتی، وہاں سے بچ کر بھی گذرا جا سکتا ہے، کترا کر گذرنا بھی چونکہ قدرے تکلیف پر مشتمل ہے اس لئے اس نے اسے ہٹا دیا۔ اللہ رب العزت

---

[1] صحیح مسلم بحوالہ ریاض الصالحین ص ۷۳

نے اس کے اس عمل کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دی۔

چھوٹے عمل کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے:

جو کڑا وقت میدان حساب میں آنے والا ہے، اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ ہمارا کون سا عمل کام دے جائے گا اور کس عمل سے ہماری جان بخشی ہو جائے گی۔ اس لئے کسی چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی حقیر سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ لہٰذا اس طرح کے چھوٹے چھوٹے اعمال کرنے کا موقع ہو تو غنیمت سمجھ کر انہیں کر لیا جائے۔

لیکن بہت کم لوگ اس طرف دھیان دیتے ہیں۔ عام طور پر اسے دین کا کام ہی نہیں سمجھا جاتا۔ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ تو دنیا کا کام ہے حالانکہ یہ بہت بڑی فضیلت کا عمل ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ ویسے بھی کسی عمل کو معمولی اور حقیر سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں میاں! ہم تو بڑا کام کریں گے، چھوٹا کر کے کیا کریں گے۔ یہ بات غلط ہے، چھوٹا کام کرو، بڑا بھی کر لینا۔ بڑے کام کے انتظار میں چھوٹا کام چھوڑنا درست نہیں، معلوم نہیں کہ بڑے کام کی توفیق ملے گی یا نہیں؟ موقع مل سکے گا یا نہیں؟ اس وقت تک زندہ بھی رہیں گے کہ نہیں؟ کرنے کی ہمت ہوگی یا نہیں؟

دھیان ہوگا یا نہیں؟ یاد رہے گا یا نہیں؟ ان سب چیزوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ لہٰذا جو کام آج ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے اُسے کل پر نہ چھوڑا جائے۔

مسجد میں تھوکنا، ایک برا عمل:

اور اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بدعملی کا ذکر فرمایا وہ یہ ہے کہ کسی نے ناک یا منہ سے بلغم نکال کر مسجد میں پھینکا اور پھر اس بلغم کو دفن بھی نہیں کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کا لفظ اس لئے استعمال فرمایا کہ اس زمانے میں مسجد نبوی کا فرش کچا تھا۔ اس زمانے میں اگر کوئی مسجد میں تھوک دیتا یا بلغم ڈال دیتا تو اُسے صاف کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ اس زمین کو کھرچ کر اُسے وہیں دفن کر دیا جاتا اور اوپر سے مٹی ڈال دی جاتی۔ لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ اسے صاف کیا جائے۔ آج کل ہماری مسجدوں میں عام طور پر پکے فرش ہوتے ہیں تو انہیں صاف کرنا ضروری ہوگا۔ ابتداءً کسی کپڑے وغیرہ سے صاف کر لیا جائے اور بعد میں گیلا کپڑا پھیر دیا جائے تو اچھی طرح صاف ہو جائے گا۔

مسجد کی صفائی میں غفلت:

بعض اوقات مساجد کے صحنوں میں جانور بیٹ کردیتے ہیں اور وہ بیٹ پڑے رہتے ہیں۔ اسے صاف کرنے کی طرف کسی کا دھیان بھی نہیں جاتا۔ عام طور پر لوگ اِس انتظار میں رہتے ہیں کہ یہ کام مسجد کا خادم کرے گا۔

مسجد کی صفائی صرف خادمِ مسجد کے ذمہ نہیں:

یہ بات درست ہے کہ مسجد کی صفائی کرنا خادمِ مسجد کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اسے تنخواہ بھی اسی کام کی ملتی ہے یہ اس کا فرض منصبی ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے فرض عین ہے، اس کے بغیر اس کی تنخواہ حلال نہیں ہوگی لیکن یہ تنہا اس کا فرض نہیں بلکہ یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ جو مسلمان بھی مسجد میں داخل ہوتا ہے، اگر مسجد میں کوئی گندگی کی چیز دیکھتا ہے تو اسے ہٹانا اس کی ذمہ داری ہے۔

مسجد میں تھوکنے سے پرہیز ضروری ہے:

صرف یہی نہیں کہ مسجد میں بلغم وغیرہ پڑی ہوئی ہو تو اسے ہٹایا جائے بلکہ اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہئے کہ یہ چیزیں مسجد میں گرنے نہ پائیں، چنانچہ اگر نماز پڑھتے پڑھتے کسی کی ناک سے

ریزش یا بلغم آجاتی ہے تو اس کا طریقہ بھی بتایا گیا کہ اسے تھوکنے کے بجائے اپنے ہی کسی کپڑے مثلاً چادر، رومال یا قمیص کی الٹی طرف سے ناک پونچھ لے کیونکہ مسجد میں تھوکنا یا ریزش، بلغم وغیرہ پھینکنا بے ادبی کی بات ہے اور اگر کسی نے پھینک دی اور کسی دوسرے نے دیکھ لی تو اس کی ذمہ داری ہے کہ مسجد کو اس سے صاف کرے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں، ایک یہ کہ مسجد میں ایسی چیزیں ڈالنا جائز نہیں، دوسرا یہ کہ اگر کسی نے ڈال دی تو سب سے پہلا فریضہ ڈالنے والے کا ہے کہ وہ اسے صاف کرے لیکن اگر وہ صاف نہ کرے تو جو بھی دیکھ رہا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اسے صاف کرے۔

دین کی باتیں یاد رکھنے کا طریقہ:

اور بھائی! بات یہ ہے کہ ہم باتیں سن تو لیتے ہیں لیکن اپنے کاموں میں لگنے اور اِدھر اُدھر متوجہ ہونے کے بعد بہت ساری باتیں بھول جاتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان پر عمل شروع کر دیا جائے ابھی ہم نے دو باتیں سنی ہیں۔ ایک یہ کہ اچھے اعمال

میں سے ایک عمل یہ ہے کہ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دیا جائے، دوسرا یہ کہ مسجد میں گندگی وغیرہ نظر آئے تو اسے ہٹا دیا جائے۔ ان دونوں باتوں پر آج سے عمل کرنے کا عزم کیا جائے۔

جائزہ لے کر عمل شروع کر دیں:

اور اس بات کا جائزہ لیں کہ کون کونسی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے راستہ میں ہونے کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ ان چیزوں کو راستہ سے ہٹانے کا عزم کریں اور اپنے عمل سے بھی دوسروں کو تکلیف سے بچائیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ آج جب ہم یہاں سے اٹھنے کے بعد مسجد میں جائیں تو مسجد کے صحن کو دیکھتے ہوئے جائیں جہاں کوئی گندگی کی چیز نظر آئے، اسے صاف کر دیں۔

آج سے عمل شروع کر دیں گے تو یہ حدیث یاد رہے گی اور پھر انشاء اللہ زندگی بھر کے لئے آپ کی رفیق بن جائے گی۔ پھر آپ کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہوگا کہ آپ کہیں جا رہے ہوں، وہاں تکلیف دہ چیز پڑی ہو اور آپ اسے نہ ہٹائیں۔ آپ کا دل ہی نہیں مانے گا۔ آپ کا ضمیر آپ کو آگے جانے کی اجازت نہیں دے گا اور اس طرح آپ کو ایک بہت اچھی عادت پڑ جائے گی۔

دوسری حدیث:

عن ابی ذر غفاری رضی اللّٰہ عنه قال قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: لا تحتقرن من المعروف شيئًاولوأن تلقى أخاك بوجهٍ طليق۔

ترجمہ: ''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ سمجھنا خواہ یہ کام صرف اپنے بھائی کو مسکرا کر ملنا ہو''۔

بڑے کاموں کی توفیق کن لوگوں کو ہوتی ہے:

اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ کسی بھی نیک کام کو محض اس وجہ سے چھوڑنا درست نہیں کہ یہ تو چھوٹا سا کام ہے، ہم کوئی بڑا کام کریں۔ عام طور پر دیکھا گیا جو لوگ چھوٹے چھوٹے نیکی کے کاموں کو حقیر سمجھ کر اس لئے چھوڑ دیتے ہیں کہ بڑے بڑے کام کریں گے تو ایسے لوگوں کو بڑے کاموں کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ بڑے اور عظیم کاموں کی توفیق بھی انہی لوگوں کو عطا فرماتے ہیں جو چھوٹے چھوٹے کاموں کی قدر کرتے ہیں اور انہیں حقیر سمجھ کر نہیں

چھوڑتے۔ کیا معلوم کہ یہی کام آخرت میں جان بخشی کا ذریعہ بن جائے۔

مسکرانے کی عادت ڈالنی چاہئے:

ان چھوٹے کاموں میں سے ایک کام کسی مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہے یعنی کسی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا بھی ایک نیکی اور ثواب کا کام ہے، اس ثواب کے کام کو بھی حقیر سمجھ کر چھوڑنا درست نہیں۔ بلکہ اس کی عادت ڈالنی چاہئے۔

بعض لوگوں کے نہ مسکرانے کی وجوہات:

بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کبھی مسکراتے ہی نہیں۔ ہر وقت ان کا چہرہ مغموم رہتا ہے، ماتھے پر شکنیں پڑی رہتی ہیں۔ دوسرا آدمی دیکھ کر ڈرتا رہتا ہے کہ نجانے یہ کب ناراض ہو جائے اور کب اسے غصہ آجائے۔

اس کی مختلف وجوہات ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ عادت کسی بیماری کی وجہ سے پڑ جاتی ہے۔ ہر وقت بیماری کی تکلیف اور شدت کی وجہ سے غمگین رہتے ہیں، چہرے پر مسکراہٹ نہیں آتی۔ بعض لوگوں کو زیادہ مصروفیات اور تفکرات کے کاموں میں گھرے رہنے کی وجہ سے یہ

عادت پڑ جاتی ہے کہ کاموں اور تفکرات کی وجہ سے پریشان سے رہتے ہیں، اس لئے چہرہ پر مسکراہٹ نہیں آتی۔ بعض لوگوں میں زیادہ غموں اور صدموں کے آنے کی وجہ سے یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر غیر اختیاری طور پر کسی مجبوری کی وجہ سے یہ حالت پیش آ جائے کہ آدمی کی عادت مسکرانے کی نہ رہے تو یہ معاف ہے لیکن ہر شخص کو تو یہ مجبوریاں لاحق نہیں ہوتیں۔ اس لئے عام حالات میں اس کی عادت بنانا درست نہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا کہ جب بھی کسی سے ملتے تو مسکرا کر ملتے، ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہوں اور آپ نے مسکرا کر مجھ سے ملاقات نہ کی ہو۔ بس جب بھی آپ سے ملتا تو آپ کے چہرے پر تبسم ہوتا تھا[1]۔ لوگوں سے مسکرا کر ملنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی محبوب اور خاص سنت ہے۔ آپ جس سے بھی ملتے تھے تو آپ کے چہرے پر تبسم ہوتا تھا ہاں اگر کبھی کہیں گناہ ہوتا دیکھتے تو اس وقت آپ پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہو جاتے لیکن عام عادت

---

[1] شمائل ترمذی، باب ماجاء فی ضحکِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مسکرانے کی تھی، گھر میں داخل ہوتے تو آپ کے چہرۂ انور پر تبسم ہوتا تھا، کوئی ملتا تو مسکراہٹ کے ساتھ اسے ملتے، مصافحہ کرتے تھے تو چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔

مسکرانے کے فوائد:

یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی پیاری اور بہترین سنت ہے کہ اگر کوئی شخص اس کو اپنالے تو اس کو اپنی زندگی میں اتنی آسانیاں میسر آئیں گی کہ ان کا تصور کرنا مشکل ہے اس کے ساتھ ساتھ اس عمل پر زبردست ثواب بھی ہے، اس لئے کہ جس شخص سے آپ مسکرا کر ملیں گے، اس کے دل میں ٹھنڈک پڑ جائے گی۔ اس طرح دوسرے مسلمان کو خوش کرنے کا ثواب آپ کو ملے گا۔ اور اگر آپ اس عادت کو جاری رکھیں گے تو دنیا میں اس کا فائدہ یہ بھی ظاہر ہوگا کہ سب لوگ آپ سے محبت کریں گے، ہر ایک آپ کی بات توجہ سے سنے گا اور آپ کی بات ماننے کی کوشش کرے گا اور آپ کے ساتھ تعاون کرے گا۔

آپ کسی سے کوئی بات بغیر مسکرائے کر کے دیکھیں اور پھر وہی بات مسکرا کر کریں۔ آپ خود محسوس کریں گے کہ دونوں میں بہت

بڑا فرق ہے۔ آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ جو بات آپ نے مسکرا کر کی اس کا اثر کچھ اور ہوگا اور جو بغیر مسکرائے کی، اس سے فرق پڑے گا۔

آپ اس کی عادت بنا کر تجربہ کیجئے، تاجر اپنے گاہک کے ساتھ مسکرا کر بات کرے، افسر اپنے ماتحت کے ساتھ مسکرا کر بولے، ماتحت اپنے افسر کے ساتھ، استاد شاگرد کے ساتھ اور شاگرد استاد کے ساتھ مسکرا کر بات کر کے دیکھے وہ خود بخود اس کا فرق محسوس کریں گے۔

بتکلف مسکرانے کی کوشش کرے:

میں یہ چاہتا ہوں کہ آج سے آپ اسکی مشق شروع کر دیں۔ مشق کے بغیر اس کی عادت بننا مشکل ہے۔ صرف سننے اور علم میں لانے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا، بلکہ اس کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ اگر کسی غم ، پریشانی یا تکلیف وغیرہ کی وجہ سے چہرے پر مسکراہٹ نہیں آ رہی تو بتکلف مسکرانے کی کوشش کریں، رفتہ رفتہ تکلف کے بغیر خود بخود مسکرانے کی عادت پڑ جائے گی اور پھر آپ جب بھی کسی سے بات کریں گے تو مسکرا کر کریں گے۔

سنت کی اہمیت:

دیکھئے کہ اگرچہ دیکھنے میں یہ ایک چھوٹی سی سنت ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی سنت ہے، یہ دنیا و آخرت بنانے والی سنت ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ سنت ایسی چیز ہے کہ جو شخص اسے اپنالے گا، وہ انسانوں کا محبوب بن جائے گا، دنیا اُسے عزت کی نظر سے دیکھے گی، اس سے محبت کرے گی اور اس کی پیروی کرے گی۔

ہمارے ہاں اِس سنت پر بہت کم عمل ہوتا ہے:

اس بات سے بہت ہی دل دکھتا ہے کہ ہمارے ہاں اس سنت پر عمل کرنے کا رواج بہت ہی کم ہے۔ بہت کم لوگوں کے چہروں پر ملاقات کے وقت مسکراہٹ نظر آتی ہے، دکان پر جائیں، دکاندار کے چہرے پر مسکراہٹ کم نظر آئے گی، گاہک کے چہرے پر مسکراہٹ کم نظر آئے گی، دو عام ملاقاتیوں کے چہروں پر مسکراہٹ بہت کم نظر آتی ہے۔ ہمارے ہاں اِس سنت پر بہت کم عمل کیا جاتا ہے۔

اہل یورپ کی ایک اچھی عادت:

لیکن بہت ہی دکھے دل سے کہتا ہوں کہ بہت سے وہ اعمال

جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو سکھائے تھے اور ہم نے ان پر عمل کرنا تقریباً چھوڑ دیا لیکن یورپ کے لوگوں نے انہیں اختیار کرلیا۔ یہ اعمال وہ تھے جو دنیاوی ترقی کے لئے بے نظیر تھے چونکہ وہ لوگ صرف دنیا کے طالب ہیں تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کو لے لیا جن سے دنیاوی ترقیاں ملتی ہیں اور چونکہ انہیں آخرت سے کوئی سروکار نہیں اور آخرت پر ان کا عقیدہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے، اس لئے آخرت سے متعلق تعلیمات کو چھوڑ دیا۔ مسکرانے کا عمل ایک ایسا عظیم عمل ہے کہ جس کی وجہ سے زبردست دنیاوی ترقیاں ہوتی ہیں چنانچہ انہوں نے اِس عمل کو اپنا لیا اور اس پر عمل کرنا شروع کردیا۔

برطانیہ اور سوئٹزرلینڈ کے لوگوں کی عادت:

اب وہاں کی حالت یہ ہے کہ یورپ کے مختلف ممالک خصوصاً برطانیہ، سوئٹزرلینڈ اور بعض دیگر ممالک میں مسکرانے کی عادت عام ہے۔ برطانیہ میں آپ جس سے بھی ملاقات کریں گے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت وہ مسکرا کر بات کرے گا۔ آپ کسی سے راستہ پوچھیں،

وہ مسکرا کر جواب دے گا حالانکہ وہ آپ کا کام کر رہا ہے۔

وہاں سپاہی مسکرا کر چالان کرتا ہے:

حتی کہ وہاں پر پولیس والا سپاہی بھی مسکرا کر چالان کرتا ہے۔ ان کے ہاں چالان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو پولیس والا آتا ہے اور ہاتھ میں ایک ٹکٹ تھما دیتا ہے، اس ٹکٹ پر لکھا ہوتا ہے کہ آپ فلاں تاریخ تک اتنی رقم عدالت میں جمع کرادیں، اگر جمع نہیں کرائیں گے تو آپ کی گاڑی ضبط ہو جائے گی۔ لیکن ٹکٹ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ آئے گا، گڈ مارننگ (Good morning) کہے گا، مسکرا کر اسے ٹکٹ دے گا اور پھر کہے گا very sory (معاف کرنا) مسکرا کر اسے رخصت کرے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں کسی شخص کا پولیس والوں سے جھگڑا نہیں ہوتا جب کہ یہاں آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ یہاں پر پولیس والے بدتمیزی سے بات کرتے رہتے ہیں حالانکہ انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ کسی سے بدتمیزی سے بات کریں، انہیں چالان کرنے کا تو حق ہے لیکن بدتمیزی سے بات کرنے کا حق نہ انہیں قانون نے دیا ہے اور نہ شریعت نے دیا ہے۔ برطانیہ میں اس بات کی پابندی کی جاتی ہے کہ پولیس والا مسکرا کر بات کرے، بدتمیزی اور سخت لہجے میں

بات نہ کرے۔

برطانیہ اور سوئٹزر لینڈ میں تقریباً سو فیصد یہ عادت پائی جاتی ہے کہ جب بھی کسی سے بات کریں گے، پوچھیں گے یا کسی بات کا جواب دیں گے تو مسکرا کر بولیں گے اور دیگر بعض ممالک میں بھی یہ عادت بکثرت پائی جاتی ہے۔

مسکرانے کے معاشرتی اثرات:

اس عادت کو اپنانا ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم آج سے اِس پر عمل شروع کریں اور اگر ملتے وقت کسی کو مسکرانا یاد نہ رہے تو اسے یاد دلا دیں کہ بھائی آپ مسکرائے نہیں۔ اگر آپس میں اس کا معمول بنا لیا جائے اور بھولنے کی صورت میں یاد دہانی کرائی جانے لگے تو ہمارے معاشرہ میں شہد ہی شہد گھل جائے۔ ہمارے درمیان جو تلخیاں، کشیدگیاں اور نفرتیں پھیلی ہوئی ہیں، وہ سب کی سب ختم ہو جائیں۔ اور ہماری زندگی جنت والی زندگی کا نمونہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أنِ الحمد لله رب العالمين